حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
نائب رئیس ـــــــــــ جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(بارہویں قسط)

علامہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس زمین

اس تعلیمی سال (۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء) کے دوران ایک اہم واقعہ پیش آیا جس کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے:

اُس وقت تک کراچی میں دارالعلوم کے سوا کوئی اور بڑا مدرسہ نہیں تھا، اس لئے طلبہ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہورہا تھا، اور نانک واڑہ کی عمارت بہت تنگ پڑگئی تھی۔ ہر شخص یہ ضرورت محسوس کرتا تھا کہ مدرسہ کسی کشادہ جگہ پر منتقل ہو۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کس کو اس ضرورت کا احساس ہوسکتا تھا، اس لئے وہ کسی بڑی جگہ کی تلاش میں تھے۔ چنانچہ ایک طویل جدوجہد کے بعد اس کام کے لئے وہ کشادہ جگہ مل گئی جو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک کشادہ میدان کی سی شکل میں خالی پڑی ہوئی تھی۔

اس زمین کے حصول اور پھر اُس سے دست برداری کا واقعہ چونکہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا عجیب واقعہ ہے جس کے بارے میں میں نے اپنے شیخ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی اور حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، رحمۃ اللہ علیہما اور متعدد علماء کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کا تنہا یہ عمل اُن کی عظمت کردار اور صدق و اخلاص کا اعلیٰ مقام ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ابتک اس واقعے کی تفصیلات کہیں مطبوعہ ریکارڈ پر نہیں آئیں، حالانکہ وہ انتہائی سبق آموز ہیں، اس لئے میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، قدس سرہ کے شاگرد اور تحریک

پاکستان وغیرہ میں ان کے رفیق کار تو تھے ہی، اُس کے علاوہ اُن سے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی دُور کی یہ رشتہ داری تھی کہ حضرت علامہؒ ہماری دادی صاحبہ، رحمہا اللہ تعالیٰ کو مُمانی کہا کرتے تھے۔ گویا حضرت والد صاحبؒ اُن کے کسی رشتے سے ماموں زاد بھائی تھے۔ حضرت علاّمہؒ کو ان کے خاندان والے محبت میں "پھول ابا" اور ان کی اہلیہ محترمہ، رحمہا اللہ تعالیٰ کو "پھول اماں" کہا کرتے تھے۔ اُن کی کوئی اولاد نہیں تھی، ان کے بھائی جناب فضل حق صاحب فضلی مرحوم نے دینی علوم کے بجائے کچھ عصری تعلیم حاصل کی تھی جس کی بنا پر وہ دیوبند کے محکمۂ ڈاک میں افسر تھے۔ اُنہی کی صاحب زادی کو حضرت علامہؒ نے منہ بولی بیٹی بنایا ہوا تھا جو مولانا محمد یحییٰ صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں تھیں۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب، رحمۃ اللہ علیہ ایک قوی الاستعداد عالم تھے۔

حضرت علاّمہؒ کی وفات کے موقع پر ان کے مزار کے لئے جگہ اُس وقت کے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خان صاحب مرحوم نے متعین کی تھی۔ مزار کے قریب ایک وسیع جگہ خالی پڑی تھی۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک طرف یہ خیال تھا کہ حضرت علاّمہؒ کے مزار سے متصل کوئی اُن کے شایانِ شان دارالعلوم قائم ہو، دوسرے حضرت علاّمہ، قدس سرہ کی پاکستان کے لئے جو خدمات ہیں، اُن کے پیش نظر اُن کا حق ہے کہ اُن کی اہلیہ محترمہ، ان کی منہ بولی اولاد اور ان کے بھائی کو جو اُنہی کی وجہ سے پاکستان منتقل ہوئے تھے، اور ہندوستان میں اپنی جائیدادیں چھوڑ کر آئے تھے، رہائش کی کوئی جگہ فراہم کی جائے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علاّمہؒ کے مذکورہ بالا اعزہ اور بعض دوسرے معززین کی طرف سے ایک درخواست حکومت کو دی تھی کہ اس جگہ پر حضرت علاّمہ عثمانی، قدس سرہ کی یادگار میں ایک دارالعلوم قائم کیا جائے، اور علامہؒ کے رشتہ داروں کو بھی اُس میں رہائش کیلئے جگہ دی جائے۔ یہ درخواست چند اشخاص کی طرف سے تھی، اور جیسا کہ حکومتی اداروں کا معمول ہے، وہ سرد خانے میں پڑی رہی، اور اُس پر کئی سال کوئی کارروائی نہ ہو سکی، یہاں تک کہ دارالعلوم کیلئے نانک واڑہ میں جگہ مل گئی۔ جب یہ جگہ تنگ پڑی، اور نئی جگہ کی ضرورت محسوس ہوئی، تو حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ حضرت علامہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے مزار والی جگہ پر ابتک کوئی کارروائی اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ چند اشخاص کی طرف سے انفرادی درخواست تھی۔ اب چونکہ دارالعلوم محض ایک تصور نہیں، بلکہ ایک باقاعدہ رجسٹرڈ ادارہ ہے، اس لئے اگر اُس کی طرف

سے اس جگہ کو دارالعلوم کے لئے لینے کی درخواست دی جائے، تو اُس کی کامیابی کی امید ہے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علاّمہؒ کے اعزّہ کے علم میں لاکر کراچی کے چیف کمشنر کو دارالعلوم نانک واڑہ میں مدعو کیا، تاکہ وہ بذاتِ خود جگہ کی تنگی اور دارالعلوم کی ضرورت کا اندازہ کریں، اس موقع پر حضرت علاّمہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اعزّہ بذاتِ خود موجود تھے، اور انہی کی موجودگی میں زبانی طور پر یہ تجویز پیش کی کہ دارالعلوم کو وہ جگہ حضرت علاّمہؒ کی یادگار کے طور پر الاٹ کردی جائے، اور اس میں حضرت علامہؒ کی اہلیہ اور اعزہ کو بھی رہائشی پلاٹ دیئے جائیں۔ پھر ۳؍جولائی ۱۹۵۳ء کو چیف کمشنر کے پاس درخواست دی، جو حضرتؒ کے اعزّہ کے علم میں تھی۔ مختلف حکام سے اس بارے میں بات چیت ہوتی رہی، اور چونکہ یہ معلوم ہوا کہ یہ کام میونسپل کارپوریشن کی قرارداد کے بغیر ممکن نہیں ہوگا، اس لئے ۵؍جنوری ۱۹۵۴ء کو اس مقصد کیلئے میونسپل کارپوریشن میں درخواست دی گئی، جس میں دارالعلوم کیلئے زمین الاٹ کرنے کے علاوہ یہ درخواست بھی شامل تھی کہ اسی کے ایک حصے میں حضرت علاّمہؒ کی اہلیہ محترمہ، منہ بولے داماد اور بھائی صاحب کو آٹھ آٹھ سوگز کے رہائشی پلاٹ دیئے جائیں۔ ان کے علاوہ حضرتؒ کے کچھ دور کے پانچ رشتہ داروں کے نام بھی اس فہرست میں شامل فرمادیئے گئے تھے جن کے لئے رہائشی پلاٹ کی درخواست دی گئی۔ (۱) چنانچہ ایک طویل جدو جہد کے بعد ۳؍مئی ۱۹۵۴ء کو کارپوریشن کی اسٹینڈنگ کمیٹی نے اس درخواست کی منظوری کی سفارش کی جس کے بعد کارپوریشن کے لینڈ مینجر آفس نے ۲۳؍جولائی ۱۹۵۴ء کو کچھ شرائط کے ساتھ درخواست منظور کی، اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ان شرائط کو منظور کرنے کے بعد ۱۶؍نومبر ۱۹۵۴ء کو میونسپل کارپوریشن نے اپنی ایک قرارداد نمبر ۴۸۶ میں دونوں باتوں کی باضابطہ منظوری دیدی جس کی رُو سے سولہ ہزار دوسوگز دارالعلوم کو، اور دو ہزار پانچ سو اڑتالیس گز حضرت علاّمہؒ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت علاّمہؒ کے دوسرے رشتہ داروں کو الاٹ ہونا تھا۔ دارالعلوم کو جو زمین دی گئی وہ لیز پر تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ لیز کی شرائط پوری نہ کرنے پر وہ حکومت واپس لے سکتی ہے، لیکن جو رہائشی پلاٹ حضرت علاّمہؒ کی اہلیہ اور رشتہ داروں کو دیئے جانے تھے، وہ مالکانہ حقوق کے ساتھ تھے۔ اسی میں حضرت والد صاحبؒ کو بھی بحیثیت صدر دارالعلوم

۱۔ وجہ یہ تھی کہ علامہ عثمانیؒ اور ان کے رشتہ دار ہندوستان میں اپنی جائیدادیں چھوڑ کر آئے تھے، اور متروکہ جائیدادوں کے تبادلے کے معاہدات جاری تھے، اس کے علاوہ علامہ عثمانیؒ کی پاکستان کے لئے خدمات اور قربانیوں کا بھی یہ تقاضہ تھا۔

اور حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کو بحیثیت ناظم دار العلوم بالترتیب آٹھ سو اور پانچ سو گز کے پلاٹ دیئے جانے کی بھی منظوری دی گئی، لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درخواست دی کہ وہ اور مولانا نور احمد صاحبؒ اپنی ذاتی رہائش کے لئے کوئی زمین یہاں لینا نہیں چاہتے، لہٰذا جو زمین ان کو شخصی طور پر دینا طے ہوا ہے، وہ بھی دار العلوم ہی کو دیدی جائے۔

قانونی اعتبار سے اس قرارداد پر عمل کیلئے اُسے چیف کمشنر کراچی کے پاس بھیج دیا گیا۔ چیف کمشنر نے اپنی منظوری میں لکھا کہ سولہ ہزار دو سو گز زمین دار العلوم کو دی جاتی ہے، اور میونسپل کارپوریشن نے جو رہائشی پلاٹ حضرت علامہؒ کی اہلیہ محترمہ اور ان کے داماد اور بھائی کے لئے مخصوص کئے ہیں، ان کی بھی منظوری دی جاتی ہے، لیکن جو پلاٹ صدر دار العلوم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (صدر دار العلوم کراچی) اور مولانا نور احمد صاحبؒ (ناظم دار العلوم کراچی) کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں، چونکہ انہوں نے خود اس سے دستبرداری کی درخواست دی ہے، اس لئے وہ پلاٹ بھی دار العلوم کو دیئے جاتے ہیں۔ البتہ ان کے علاوہ حضرت علامہؒ کے جو پانچ دُور کے رشتہ دار ہیں، ان کو رہائشی پلاٹ دینا منظور نہیں۔ (کراچی میونسپل کارپوریشن کے لینڈ مینجر آفس سے کارپوریشن کی قرار داد کے ساتھ چیف کمشنر کا یہ حکم نامہ ۷/دسمبر ۱۹۵۴ء کو L.c.g.L 1.54 کے نمبر پر جاری ہوا جو اپنے تمام متعلقہ کاغذات کے ساتھ دار العلوم میں محفوظ ہے۔)

قانونی تقاضے پورے کرنے کے بعد حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ پر مدرسہ بنانے کا اعلان فرمادیا۔ اس احاطے پر "دار العلوم کراچی بیادگار شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ" کا بورڈ بھی لگ گیا۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے انتھک محنت، مہم جوئی اور بڑے بڑے مشکل کام جلد از جلد کرنے اور کروانے کا خاص وصف عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے ہی اس زمین کی منظوری حاصل کرنے کے لئے دن رات ایک کردیئے تھے، اور جب زمین مل گئی، تو انہوں نے ہی کچھ عارضی کمرے اس غرض کے لئے جلدی جلدی بنالئے کہ وہاں سے تعمیری کام کی نگرانی کی جاسکے، اور ہر وقت رابطے کی آسانی کے لئے وہاں ٹیلی فون بھی لگوالیا، اور بقدر ضرورت بجلی کا کنکشن بھی حاصل کرلیا۔

لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ مدرسے کی تعمیر کا باقاعدہ افتتاح ملک کے اہل اللہ علماء سے کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

اور حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، رحمہم اللہ تعالی کو لاہور سے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو ملتان سے، حضرت مولانا اطہر علی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو مشرقی پاکستان سے دعوت دی گئی، اور اتوار ۲۶/اور پیر ۲۷/جمادی الثانیہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۰/اور ۲۱/فروری ۱۹۵۵ء کو ایک دو روزہ سالانہ جلسے کا اعلان کر دیا گیا جس میں نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جائے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو بھی حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط کے ذریعے اس جلسے میں شرکت کی دعوت دی جس کے جواب میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا:

دفتر دارُ العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

مخدوم برادرم، زید مجدکم العالی

سلام مسنون نیاز مقرون۔ مکرمت نامہ نے سرفراز فرمایا، سب سے پہلے تو اس مژدۂ جانفزا (تاسیس دارالعلوم) پر اپنی انتہائی خوشی اور اس کے ساتھ ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اثناء قیام کراچی میں کئی دارالعلوموں کے نام کان میں پڑتے تھے۔ بعضے قائم ہوئے، بعضوں کے قائم کرنے کے لوگ خواب دیکھ رہے تھے، اور ان سب کو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے منصوبہ کی طرف منسوب کرنے کے ارادے ظاہر کرتے تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان منصوبوں کو اس نسبت کے ساتھ دل کبھی قبول نہیں کرتا تھا، دل میں یہ چیز جمی ہوئی تھی کہ اس منصوبہ کے تحت اگر دارالعلوم قائم ہوگا تو وہ صرف مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قائم کریں گے۔ جب آپ نے بھی دارالعلوم کے قیام کی اطلاع فرمائی، اور اس کے بارہ میں ایک مختصر سا ٹریکٹ بھی آیا، تو دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا کہ اُس منصوبہ نے صحیح معنی میں آج جنم لیا ہے، اور اب یہ آگے بڑھے گا۔ اور اس ناچیز کا تصور صحیح ہو گیا۔ ساتھ ہی اپنے دل میں خواہ مخواہ یہ منصوبہ بھی جما لیا تھا کہ یہ دارالعلوم اُسی جگہ قائم ہونا چاہیئے جس جگہ کو مولانا مرحوم نے اپنی خوابگاہ بنایا ہے۔ اُس جگہ کو دیکھ دیکھ کر گویا لالچ آتا تھا کہ یہ جگہ گویا دارالعلوم ہی کو تک رہی ہے، حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج اُس نے یہ مژدہ بھی سنا دیا کہ منصوبہ صاحب منصوبہ کے قریب ہو گیا، اور دارالعلوم وہیں پہنچ گیا جہاں سے اُسے روحانی طور پر ہر وقت کمک ملیگی۔

دارالعلوم دیوبند بھی پہلے جاری ہوا تھا پھر عمارت کی تاسیس ہوئی تھی، وہی نقشہ اِس دارالعلوم کا بھی ہو رہا

ہے۔ یہ مشابہت فال نیک ہے۔ اُس دارالعلوم کو اگر اُس وقت کے ممتاز ارباب اخلاص نے قائم کیا تھا، تو اِس دارالعلوم کو بھی اُن کے سچے جانشین قائم کر رہے ہیں جو علم وعمل میں اُن کے پیرو اور جانشین ہیں۔

میری انتہائی کوشش ہوگی کہ میں اس مبارک تقریب میں شامل ہوں، لیکن آپ جانتے ہیں کہ قبضہ کی بات نہیں ہے اور وہ بھی بقید وقت۔ دعاء فرمادیں کہ حق تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ السعی منا والا تمام من اللہ۔

میری طرف سے اس یادفرمائی کا شکریہ جناب اور حضرات ممبران دارالعلوم قبول فرماویں۔ سب مل کر دعاء کا زور لگادیں تو تیسیر عسیر ہوجائے گی، سعی اپنے دل کے جذبہ سے ہوگی۔ خلیفہ جی (۱) کی خدمت بابرکت میں سلام مسنون۔ بچوں کو دُعاء۔ والدہ صاحبہ اور بھاوج صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون واستدعاء دُعاء۔

والسلام

محمد طیب

از دیوبند ۲۷/۵ ۱۳۷۴ھ

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

مخدوم ومحترم دامت، فیوضکم وبرکاتکم

بعد تحیۂ مسنونہ آنکہ گرامی نامہ صادر ہوا موجب صد مسرت ہوا، ان شاء اللہ تعالیٰ، دل وجان سے حاضر ہوں گا، مگر درخواست ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی مضمون متعین فرمادیں کہ اس موضوع پر وعظ کرنا ہوگا، تو اس کو سوچ لوں، جب فاروق اعظمؓ تقریر سے پہلے "زوّرتُ فی نفسی مقالۃً" فرمادیں، تو ہم جیسے نابکاروں کا کیا ذکر۔

دوم یہ کہ جلسہ اگر حضرت مولانا عثمانی مرحوم کے مزار کے سامنے ہوتو بہتر ہے۔

۱۔ حضرت خلیفہ محمد عاقل صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، مراد ہیں جو ہمارے دادا کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند میں ہمارے دادا کی جگہ فارسی اور ریاضی کے استاد رہے، اور جب تحریک پاکستان کی وجہ سے حضرت عثمانیؒ اور حضرت والد صاحبؒ نے دارالعلوم سے استعفا دیا تو انہوں نے بھی استعفا دیا، اور حضرت علامہ عثمانیؒ کے ساتھ جدوجہد میں شریک رہے۔ حضرت والد صاحبؒ اور حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی ان سے بچپن کی دوستی تھی۔

سوم یہ کہ اس ناچیز کو دو دن میں فارغ فرمادیں، تا کہ جناب والا سے فارغ ہوکر دوسرا کوئی کام کرسکوں۔ جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

والسلام
محمد ادریس غفرلہ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

دفتر مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان شہر (پاکستان)

مخدومی مکرمی حضرت مفتی صاحب، دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طلب خیریت کے بعد عارض ہوں کہ :

گو فروری میں اسقد رطویل وعریض سفر بہت دشوا رنظر آرہا ہے مگر بقول " الضرورات تبیح المحظورات "، تعمیلاً للارشاد ۱۸ر فروری ۱۹۵۵ء بروز جمعہ پنجاب سے روانہ ہوکر ۱۹ر فروری بروز شنبہ کراچی شہر ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچوں گا۔ اور مدرستہ الاسلام سندھ میں مولوی آفتاب احمد صاحب کے پاس قیام کروں گا۔ آپ کی خدمت میں کسی وقت خود حاضر ہوجاؤں گا۔ آپ استقبال کا کوئی اہتمام نہ فرماویں۔ والسلام

طالب دعا احقر خیر محمد عفی عنہ از ملتان

۱۲ر فروری ۱۹۵۵ء

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

انجمن خدام الدّین
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مخدومی ومخدوم العلماء والفضلاء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دارالعلوم کے قیام کے لئے زمین کا مل جانا ایک نعمت ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے یہ

سرزمین باعث ہدایت ہوگی، بارگاہ الٰہی سے بصد عجز ونیاز دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مبارک زندگی میں اسے انتہائی تکمیل تک پہنچائے، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ چشمۂ آبِ حیات طلباءعلوم دینیہ کوسیراب کرتا رہے، اور ہمیشہ اس سرزمین سے خدا پرست مقبول بارگاہ الٰہی علماء کرام پیدا ہوتے رہیں۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

اپنی مجبوریوں کی بناء پر حاضری سے معذور اور جناب والا سے معافی کا خواستگار ہوں۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت مولانا رسول خان صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

گرامی خدمت جناب مولانا صاحب، دامت فیوضکم وبرکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ پہنچا۔ باعث صد افتخار وعزت ہوا، حق تعالیٰ جناب کے ترقیات دینی ودنیاوی کا سلسلہ غیر محدود فرمائے۔ آمین۔

میں بسر وچشم حاضری کیلئے تیار ہوں، اس بنیاد میں شرکت سعادت سمجھتا ہوں۔ مگر جناب کولڑکی کا مقدمہ معلوم ہے۔ ۷رفروری ۱۹۵۵ء میں تاریخ ہے۔ یہ تاریخ اگر حاضری سے مانع نہ ہوئی تو اس سعادت میں ضرور شریک ہوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جناب سفر خرچ نہ ارسال فرمائیں۔ اگر مانع نہ ہوا، تو اس بنیاد کے شرف سے محروم نہ ہوں گا، جناب کی یادفرمائی کا بیحد شکرگزار ہوں۔ **والسلام مع الاکرام**

مکرمی جناب حاجی وجیہ الدین صاحب سے اگر ملاقات ہوتو میری طرف سے السلام عرض کردینا۔

محمد رسول خان عفا عنہ الرحمٰن

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے مولانا ازہر شاہ قیصر صاحبؒ نے تحریر فرمایا:

حضرت المحترم، دام فضلکم، سلام مسنون

دار العلوم کراچی کی روداد اور جلسہ کا دعوت نامہ ملا، دلی شکریہ عرض کرتا ہوں، عمارت سے متعلق اعلان

دلجمعی سے پڑھا۔ میری رائے کیا؟ لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ کسی وقت جماعت دیوبند کا ایک حصہ کٹ کر گجرات و کاٹھیا واڑ والوں تک گیا اور اس نے افریقہ تک دین کی اشاعت کی، تو دوسری دفعہ وہ افراد اس جماعت کے لئے اس پر مامور کئے گئے کہ وہ نومولود سلطنت میں اسلامی شعائر کو محفوظ کردیں۔ خوش قسمت ہے وہ زمین جس نے مولانا عثمانی کے لئے اپنی آغوش کھولدی، اور خوش نصیب ہے وہ خطہ جسے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی کام کرنے والی شخصیت میسر آئی، اہل پاکستان اگر غور کریں تو ان کے یہاں دارالعلوم کی تعمیر وتاسیس کے سلسلہ میں ایک بڑا کام ہورہا ہے جس میں امیر وغریب سب کو اپنی وسعت کے مطابق حصہ لینا چاہئے۔

امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، والدہ صاحبہ محترمہ سلام فرماتی ہیں۔ والسلام

سید محمد از ہر شاہ قیصر

چنانچہ جن حضرات نے وعدہ فرمایا تھا، وہ تشریف لائے۔ جلسے میں جہاں اکابر کے خطابات ہونے تھے وہاں دارالعلوم کے طلبہ کی بھی تقریریں اور مکالمے رکھے گئے تھے۔ میری عمر بارہ سال تھی، اور مجھے استاذ احمد الاحمد نے بڑی محبت سے ایک عربی تقریر کی تیاری کرائی تھی، اور شاید طلبہ کے ایک عربی مکالمے میں بھی مجھے شامل کیا تھا۔ اپنی کم عمری کے باعث میری تقریر کی بڑی ہمت افزائی کی گئی۔

اجلاس کی پہلی نشست ۲۰ رفروری کو سعودی عرب کے سفیر جناب عبدالحمید الخطیب، رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں رکھی گئی تھی جو بذات خود ایک اچھے عالم تھے۔ دوسری نشست حضرت مولانا خیر محمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے زیر صدارت تھی، تیسری نشست ۲۱ رفروری کو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے زیر صدارت اور چوتھی نشست حضرت مولانا اطہر علی صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے زیر صدارت تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئٹہ سے خلیفہ عبدالحق صاحب اور صوبہ سرحد سے حضرت مولانا شیر محمد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جلسے سے خطاب فرمایا۔ ان کے علاوہ مرکزی وزراء میں سے جناب سردار عبدالرب نشتر صاحب، ابوحسین سرکار صاحب اور ڈاکٹر مالک صاحب نیز اسپیکر دستور ساز اسمبلی جناب مولوی تمیز الدین صاحب، شام کے سفیر جناب جواد المرابط صاحب، رحمہم اللہ تعالی نے بھی شرکت فرمائی۔

۲۱ر فروری ۱۹۵۵ء کے روزنامہ جنگ میں پہلے دن کے جلسے کی یہ خبر شائع ہوئی:

دارالعلوم کے لئے ۹۳ ہزار کے عطیات کا اعلان

" کراچی۔ ۲۰ر فروری۔ آج دارالعلوم کراچی کا افتتاحی اجلاس عام زیر صدارت سفیر سعودی عرب السید عبدالحمید الخطیب منعقد ہوا جس میں کراچی کے شہریوں کی بیشتر تعداد کے علاوہ پاکستان کے مختلف علاقوں کے مقتدر علماء جن میں مولانا مفتی محمد حسن (لاہور) مولانا خیر محمد (ملتان) خلیفہ عبدالحق (کوئٹہ) مولانا اطہر علی صدر نظام الاسلام پارٹی (مشرقی پاکستان) اور مقامی علمائے کرام شامل تھے۔ سفیر شام جناب جواد المرابط صاحب، مولوی تمیز الدین خاں صاحب اور سردار عبدالرب نشتر صاحب بھی شریک جلسہ ہوئے، نئے طریقۂ تعلیم سے عربی سیکھے ہوئے طلباء نے عربی زبان میں تقریریں کیں۔ (۱) جسے سامعین نے بہت پسند کیا، صدر نے اپنی تقریر میں اسلامی علوم کی تحصیل وترقی کے لئے قیام دارالعلوم پر دلی مسرّت کا اظہار کیا، علم کی اہمیت وفضیلت واضح کی، اور دارالعلوم کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ جلسۂ عام میں کراچی کے ایک تاجر جناب سیٹھ عبداللطیف باوانی نے دارالعلوم کی تعمیر کیلئے ۹۳ر ہزار روپے عطیہ کا اعلان کیا۔ صدر کی تقریر سے پہلے مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث (جامعہ اشرفیہ لاہور) اور استاد احمد الاحمد شامی نے تقریریں کیں۔ اجلاس کی دوسری نشست بعد عشاء منعقد ہوئی۔ تیسری نشست آج ڈھائی بجے دن سے ۵ بجے تک ہوئی۔ اور چوتھی نشست آج بعد عشاء منعقد ہوئی جس میں مولانا مفتی محمد حسن اور دیگر علما نے تقاریر کیں"۔

(روزنامہ جنگ ۲۱ر فروری ۱۹۵۵ء)

لیکن اچانک یہ حادثہ پیش آ گیا کہ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، قدس سرہ کے رشتہ داروں کے درمیان کسی نے یہ غلط فہمی پھیلا دی کہ یہ جگہ جو حضرت علامہؒ کے مزار کے قریب ہے، اس پر سب سے پہلا حق تو آپ حضرات کا ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ آپ کا حق غصب کر رہے ہیں، لہٰذا انہیں اس سے روکا جائے۔ جن حضرات نے اس معاملے کو بڑھا چڑھا کر ہوا دی، اُن کی تحقیق میں پڑنا اس لئے مناسب نہیں ہے کہ اب وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مکمل مغفرت فرمائیں۔ لیکن بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت شیخ الاسلام، قدس سرہ، کی اہلیہ محترمہ جو خالص گھریلو خاتون تھیں، اور دنیا کے معاملات سے انہیں سروکار

---

(۱) ان میں سے ایک بندہ محمد تقی بھی تھا۔

نہیں تھا، ان کے بھی کان بھرے گئے، اوران کی طرف سے لکھ کر جنگ اخبار میں ایک مراسلہ شائع کیا گیا، اور ایک پوسٹر بھی حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف شائع کیا گیا۔

جب حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو علم ہوا، تو وہ حضرت علامہؒ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں گئے، اور صورت حال کی وضاحت کی کوشش کی، لیکن وہ ایک سادہ لوح اور گھریلو خاتون تھیں جن کے دل میں بے اعتمادی کی فضا پیدا کی جا چکی تھی، اس لئے انہوں نے کوئی مثبت جواب نہیں دیا، اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس جگہ مدرسے کا افتتاحی جلسہ ہو رہا تھا اخبارات میں شائع ہوا کہ وہ وہاں خود پہنچ کر احتجاج کریں گی۔

یہ بات میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ جب چیف کمشنر کو دارالعلوم میں بلایا گیا تھا، اُس وقت حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اعزہ کی موجودگی میں زبانی طور پر یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ دارالعلوم کو وہ جگہ حضرت علامہؒ کی یادگار کے طور پر الاٹ کر دی جائے۔ اور پھر ۳؍جولائی ۱۹۵۳ء کو چیف کمشنر کے پاس درخواست دی، جو حضرتؒ کے اعزّہ کے علم میں تھی، اور اُس وقت ان کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ اب جبکہ تمام مراحل ان کے سامنے طے کر لئے گئے، تو اچانک یہ اعتراض کھڑا کر دیا گیا۔

جب حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سُنا تو انہوں نے ایک ایسا فیصلہ کر لیا جو آج کے ماحول میں تقریباً ناقابل تصور تھا۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مدرسہ کھول رہا ہوں، کوئی تجارتی دوکان نہیں۔ اور میں اپنے استاذ کی اہلیہ کو ناراض کر کے مدرسہ بنانا نہیں چاہتا، لہٰذا اس جلسے میں دارالعلوم کا سنگ بنیاد نہیں رکھا جائے گا، البتہ چونکہ دور دراز سے بڑے مقتدر علماء کرام اور زعمائے ملت جلسے میں شریک ہونے کے لئے آ چکے تھے، اس لئے یہ فرمایا کہ جلسہ بدستور جاری رہے گا، تاکہ لوگ ان بزرگوں کے خطابات سے مستفید ہو سکیں، لیکن یہ مدرسے کے سنگ بنیاد کا جلسہ نہیں، بلکہ ایک عام سالانہ جلسہ ہوگا، اور جب تک اس اٹھائے ہوئے تنازعے کا تصفیہ حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کی رضامندی سے نہیں ہو جاتا یہاں مدرسے کی تعمیر ملتوی رہے گی۔

چنانچہ روزنامہ نئی روشنی کے ۲۳؍فروری ۱۹۵۵ء کے شمارے میں جلسے کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی:

دین اور قوم کی خدمت نہ کرنے والا تاجر کفران نعمت کا مُجرم ہے

دارالعلوم کے اجلاس میں عربی کے مسائل پر غور

کراچی ۲۲ر فروری (نامہ نگار خصوصی) دارالحکومت پاکستان میں جامع ازہر کے طریقہ پر عظیم الشان اسلامی درسگاہ دارالعلوم کی جدید عمارت بیادگار شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی، رحمۃ اللہ علیہ کے تعمیری کام کے افتتاح کا اعلان ہزاکسلنسی سید عبدالحمید الخطیب سعودی سفیر متعینہ پاکستان نے ایک عظیم الشان تقریب میں کیا جس میں تمام پاکستان کے جید علماء اور فضلاء نے شرکت کی۔ ان میں حضرت مولانا اطہر علی صاحب، صدر جمعیۃ علمائے اسلام ونظام اسلام پارٹی مشرقی پاکستان، مولانا خیر محمد صاحب ملتان، مفتی محمد حسن صاحب پنجاب، حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد ادریس قاسمی لاہور، شیخ القراء قاری حامد حسین صاحب، حضرت خلیفہ عبدالحق صاحب بلوچستان، حضرت مولانا شیر محمد صاحب سرحد وغیرہ وغیرہ۔

اکابر علماء اور مولوی تمیز الدین خان صاحب، سردار عبدالرب نشتر، ابوالحسین سرکار وزیر مرکزیہ ڈاکٹر عبدالمطلب مالک وزیر مرکزیہ، سید امین المصری، ہزایکسی لنسی سفیر شام، سیٹھ عبداللطیف باوانی، مسٹر اے ایم قریشی سابق صدر مسلم لیگ وصدر اخوان پاکستان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا مفتی محمد متین الخطیب نے نظام نامۂ عمل پیش کیا، اور مختصر روئیداد سالانہ پیش کی جس میں بتایا گیا کہ یہ دارالعلوم بیادگار حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر عثانی ایک ٹرسٹ کے تحت قائم کیا جا رہا ہے، جس میں سیٹھ باوانی حکیم حافظ محمد سعید مالک ہمدرددواخانہ، خان بہادر فضل کریم، خان بہادر حاجی وجیہ الدین، سیٹھ حاجی شریف، حاجی ابراہیم، مفتی محمد شفیع صاحب ٹرسٹی ہیں، اور یہ ٹرسٹ رجسٹرڈ ٹرسٹ ہے جسے حکومت پاکستان نے محاصل سے معاف کیا ہے۔ یہ اراضی میونسپل کارپوریشن نے بہ سفارش آنریبل چیف کمشنر اسی رجسٹرڈ ٹرسٹ کے نام الاٹ کی ہے۔ حکومت نے اسی دارالعلوم سے علیحدہ آٹھ سو گز اراضی شیخ الاسلام کی بیوہ بیگم صاحبہ اور ۸ر سو گز اراضی شیخ الاسلام کے بھائی کو مرحمت فرمائی ہے۔

کارروائی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، اور دارالعلوم کی تحریک ترویج عربی کے سلسلہ میں مختلف حضرات نے عربی میں تقریریں کیں۔ جن کا مقصد ترویج علم دین اور عصر حاضر کے مطابق مسلمانوں کو علوم جدیدہ سے مستفیض ہونے کا مشورہ دینا تھا۔ سفیر سعودی عرب نے خطبہ افتتاحیہ میں مسئلہ توحید وایقان مسلم پر

ایک فاضلانہ خطبہ دیا، اور مسلمانوں کو وحدت ورسالت کے موضوعات پر متحد ومنظم ہونے کا مشورہ دیا۔ دارالعلوم کے سلسلہ میں فرمایا مجھے اس کے افتتاح کرنے کی عزت حاصل ہونے کا فخر ہے۔

پہلے دن کی نشست کے اختتام پر اعلان تحریری پڑھ کر سنایا کہ سنگ بنیاد رکھنے کی رسم بدیں وجہ ملتوی کی جاتی ہے کہ ٹرسٹ کے روبرو بیگم علامہ عثمانیؒ کی چند تجاویز زیر غور ہیں۔ سیٹھ حاجی عبداللطیف باوانی نے ۹۳ر ہزار روپیہ دارالعلوم کے تعمیری فنڈ میں دیا، تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ عمارت پر آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوں گے۔ اور اس طرح ایک عظیم اسلامی درسگاہ اسلامی حکومت میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ سیٹھ باوانی نے کہا میں تاجر ہوں، اور ایک تاجر کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے جو اُسے ملتی ہیں قوم، ملک اور دین کی خدمت کرے، اور اگر کوئی تاجر یہ فرض ادا نہیں کرتا، تو وہ کفران نعمت کرتا ہے۔ تمام علماء اور مقررین نے عربی زبان کی ترویج پر زور دیا، اور کہا عربی جاننا پاکستانی مسلمانوں کے لئے از بس ضروری ہے۔ (روزنامہ نئی روشنی ۲۳ر فروری ۱۹۵۵ء)

جن لوگوں نے حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے یہ بات سُنی کہ انہوں نے اس جگہ دارالعلوم کی تعمیر کو ملتوی کر دیا ہے وہ دنگ رہ گئے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ جگہ دارالعلوم کو الاٹ ہو چکی ہے، قانونی طور پر کسی کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے، اور سرکاری مشینری نے بھی یقین دلایا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ پوری طرح تعاون کریں گے۔ تعمیر کا نقشہ باضابطہ منظور ہو چکا ہے۔ کچھ کمرے بھی بن گئے ہیں، حاجی عبداللطیف باوانی صاحب نے تعمیر کے لئے ۹۳ر ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان کر دیا ہے، ملک بھر کے مشہور علماء تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی موجودگی میں افتتاحی جلسہ ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ نانک واڑہ کی جگہ بہت تنگ ہو گئی ہے، اس جگہ سے دستبردار ہونا سخت بددلی اور بدنامی کا سبب ہوگا۔ لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں دارالعلوم کی بنیاد اپنے استاد کی اہلیہ محترمہ کے ساتھ جھگڑے پر نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ میرے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا بیان ہے کہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس منتظمہ سے کہا کہ چونکہ زمین مجلس منتظمہ کو الاٹ ہو چکی ہے، اس لئے آپ کو پورا حق ہے کہ آپ قانون کے مطابق تعمیر کی کارروائی جاری رکھیں، لیکن میں اس کا حصہ نہیں بنوں گا، اور اپنے مدرسے کا کام نانک واڑے میں اُس وقت تک جاری رکھوں گا، جبتک کوئی زمین کسی جھگڑے کے بغیر نہیں مل جاتی۔

اس کے بعد حکیم محمد سعید صاحب مرحوم اور خان بہادر فضل کریم صاحب کو حضرتؒ کے اعزہ سے بات چیت کرنے کیلئے بھیجا گیا۔ ان حضرات نے جو مطالبات پیش کئے، ان میں سے بیشتر حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے مان لئے، مثلاً یہ کہ ان کی پہلی تجویز یہ تھی کہ مدرسہ حضرت علامہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے قائم ہو، اس پر پہلے ہی عمل ہو چکا تھا۔ جو بورڈ لگایا گیا تھا، اُس پر واضح لفظوں میں "بیادگار شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ" لکھا ہوا تھا، ان کا دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ جناب فضل حق صاحب کو حضرت علامہؒ کے مزار اور اس کی قریبی مسجد کا متولی بنایا جائے، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی منظور کرلیا لیکن ان کا تیسرا مطالبہ یہ تھا کہ مدرسے کا ٹرسٹ تبدیل کرکے اُسے علامہ عثمانی ٹرسٹ بنایا جائے جو حضرت علامہ عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ کے ورثاء پر مشتمل ہو۔ یہ بات اصولی طور پر اول تو اس لئے غلط تھی کہ ایک وقف تعلیمی ادارے کو ہمیشہ کے لئے وراثت کی بنیاد پر قائم نہیں کیا جاسکتا، دوسرے زمین کا الاٹمنٹ دارالعلوم کی مجلس منتظمہ کے نام ہو چکا تھا، اُسے توڑے بغیر اس مطالبے پر عمل ممکن نہیں تھا، جو موجودہ حالات میں عملاً تقریباً ناممکن تھا، اور سرکاری حلقے بھی اُس پر راضی نہیں تھے۔ تیسرے حضرت علامہؒ کے ورثاء میں ایک حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، رحمۃ اللہ علیہ ہی ایسے تھے جو عالم تھے، اور جنہیں مدرسے کے معاملات سے دلچسپی ہوسکتی تھی۔ چنانچہ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پیشکش کی کہ انہیں دارالعلوم کی مجلس منتظمہ میں شامل کرلیا جائے گا۔ لیکن بظاہر ایسا لگتا ہے کہ جو لوگ ان حضرات کو اُبھار رہے تھے، ان کے پیش نظر نہ مدرسہ قائم کرنا تھا اور نہ حضرتؒ کے اعزہ کی کوئی خیر خواہی۔ اس لئے ان مطالبات کو تسلیم کرنے کے باوجود مخالفت جاری رہی۔ اور حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس موقف پر قائم رہے کہ میں مدرسے کی بنیاد جھگڑے پر رکھنا نہیں چاہتا اور بالخصوص اپنے استاذ کی اہلیہ محترمہ کو ناراض کرکے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ بکثرت سُنایا کرتے تھے کہ:

"أنا زعیم ببیت فی وسط الجنّة لمن ترک المراء وھو محقّ"

یعنی ": میں اُس شخص کو جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کا ذمہ دار ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے"۔

حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے ہمیشہ اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے پایا، لیکن یہ ایسا موقع تھا کہ اس وقت اپنے حق سے دست برداری کے اس معمول کو نبھانا بڑے دل گردے کا کام تھا، اور ہم سب کے دل اس پر مسوس رہے تھے، اور یہ بات بھی تقریباً واضح نظر آ رہی تھی کہ اس کے نتیجے میں یہاں حضرت علامہؒ کے شایانِ شان کوئی دارالعلوم نہیں بن سکے گا، اور یہ جگہ نہ جانے کس کام میں استعمال ہوگی، چنانچہ واقعہ یہی ہوا کہ اُس جگہ نہ کوئی دینی مدرسہ قائم ہوسکا، نہ حضرت علامہؒ کے اعزہ کو رہائش کی کوئی جگہ مل سکی، نہ حضرتؒ کے بھائی مزار اور مسجد کے متولی بن سکے۔ بلکہ جب یہ حضرات اعزہ کسی طرح دارالعلوم کی تعمیر پر راضی نہ ہوئے اور بالآخر حضرت والد صاحبؒ نے اس زمین سے مکمل دست برداری اختیار فرمالی، تو بعد میں جناب اے ایم قریشی صاحب نے (جن کے گھر میں حضرت شیخ الاسلامؒ اور ان کی اہلیہ محترمہ مقیم رہے تھے) اسلامیہ کالج کے نام سے وہاں اپنا پرائیویٹ ادارہ بنایا جس میں فیس لے کر عصری تعلیم دی جاتی ہے۔ اس میں حضرت علامہ عثمانیؒ کا کسی بھی حیثیت سے کوئی حوالہ تک نہیں تھا۔ حضرت علامہؒ کا مزار اسی کالج کے احاطے میں سالہا سال ایسی کس مپرسی کی حالت میں رہا کہ وہاں تک پہنچنا بھی دشوار تھا۔ کالج کی انتظامیہ کو اُسے صاف رکھنے کا بھی کوئی خاص اہتمام نہیں تھا۔ پھر سالوں بعد میری فرمائش پر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم نے اُس کا راستہ الگ کرکے اُسے قابل رسائی بنایا۔

لہٰذا اُس وقت ہم جیسا کوئی ہوتا، تو وہ یہ دلیل بڑی آسانی سے پیش کرسکتا تھا کہ اگر ہم نے یہ جگہ چھوڑ دی تو اس جگہ پر کوئی بھی ایسا کام ہوسکتا ہے جو حضرت علامہؒ کی حرمت کے خلاف ہو، لیکن جس دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا کوئی اور مصلحت نہ تھی، اُس کا فیصلہ یہی تھا کہ دارالعلوم کی بنیاد جھگڑے پر رکھنی درست نہیں۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں سے یہی سیکھا تھا۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، قدس سرہ نے بھی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ویران پڑی ہوئی خانقاہ کو آباد کرکے وہاں قرآن وحدیث کی تعلیم کا مبارک سلسلہ جاری فرمایا تھا، لیکن جب شیخؒ کے سجادہ نشینوں نے اعتراض کیا، تو سالہا سال جاری رہنے والے تعلیمی سلسلے کو ایک لمحہ تأمل کے بغیر وہاں سے بے سروسامانی کے ساتھ مسجد میں منتقل کردیا تھا۔ حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ انہی کے روحانی وارث تھے اس لئے ان کا فیصلہ ہم سب کے لئے کتنا حیرت انگیز اور کتنا تکلیف دہ رہا ہو، اُن کے لئے

معمول کے مطابق تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو وہ دارالعلوم کے لئے کوئی اور بہتر جگہ عطا فرمادیں گے۔ اسی لئے میں نے بڑے بڑے علماء کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت مفتی صاحب، قدس سرہ، کا تنہا یہ عمل اُن کی عظمت کردار اور صدق واخلاص کا اعلیٰ مقام ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب والی زمین کا یہ واقعہ جمادی الثانیہ ۱۳۷۴ھ ہجری کا ہے۔ اُس کے بعد ہمارا تعلیمی سال شعبان میں ختم ہوگیا۔ اور شوال ۱۳۷۴ھ سے نیا سال شروع ہوا، لیکن یہ حضرت والد ماجد، رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور توکل کی برکت تھی کہ اس واقعے کو چند مہینے ہی گذرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہیں زیادہ بڑی زمین شرافی گوٹھ میں عطا فرمادی جس کی تفصیل میں، ان شاء اللہ آگے ذکر کروں گا۔